مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۲۱۔مارچ بوقت ۵۔بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت آج صبح تو اچھی تھی۔ لیکن ظہر کے وقت سر درد کا دورہ ہوگیا۔ جس کے باعث بہت تکلیف ہے۔ اللہ تعالےٰ حضور کو صحت عطا فرمائے:۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت وتبلیغ ایک اہم کام کے لئے ۲۱۔ مارچ کو لاہور تشریف لے گئے:۔

۲۰۔مارچ بعد نماز عشاء مسجد اقصٰی میں منشی خلیل الرحمٰن صاحب نے ذکرِ حبیبؑ پر تقریر کی:۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایسے بنو۔ کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز وگداز آسمان پر پہونچ جائے

(فرمودہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء)

"دیکھو۔ یہ دن ابتلاء کے دن ہیں۔ وبائیں ہیں قحط ہے۔ غرض اس وقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ ایسے وقت میں اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ بنالو۔

یہ بیعت اور توبہ اس وقت فائدہ دیتی ہے۔ جب انسان صدق دل اور اخلاص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جائے۔ خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی۔ ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے بنو۔ کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز وگداز آسمان پر پہونچ جائے۔ خدا تعالےٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا۔ اور اس کو برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے — وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے۔ نہ کہ ظاہری قیل وقال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرّا اور مبرّا پاتا ہے۔ اس میں آ اترتا ہے۔ اور اپنا گھر بناتا ہے، مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ یا ناپاکی ہے۔ اس کو لعنتی بناتا ہے۔

دیکھو جس طرح تمہارے عالم جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھ کر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک ریزہ کھانے کا منہ میں ڈال کر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو ہرگز نہیں۔ پس اسیطرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی توبہ یا کبھی کی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔ روحانی حالت کے سنوارنے اور اس باغ کے پھل کھانے سے بھی تم کو چاہیئے۔ کہ اس باغ کو بھی وقت پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کر کے اپنی آنکھوں کا پانی پہونچاؤ۔ اور اعمال صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو۔ تا وہ ہرا بھرا ہو اور پھلے پھولے۔ اور اس قابل ہو سکے۔ کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔ یاد رکھو۔ ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ اگر ایمان کامل ہو، تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں۔ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو۔ ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔"

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۲ صفحہ ۲۱)

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

مانانوالہ میں مناظرے

چودھری غلام محمد صاحب انسپکٹر تبلیغ اجنالہ لکھتے ہیں۔ کہ چودھری موتی خاں صاحب نمبردار مانانوالہ کو تبلیغ کا بے حد شوق ہے۔ ان کے گاؤں میں ایک غیر احمدی مولوی آیا۔ اور احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ تو وہ اجنالہ سے مولوی دل محمد صاحب مبلغ سلسلہ کو لے گئے۔ تصفیہ شرائط کے بعد پہلے روز وفات مسیح پر مناظرہ ہوا۔ جس میں غیر احمدی مولوی کو ایسی بُری طرح شکست ہوئی۔ کہ اگلے روز بیماری کا بہانہ کر کے میدان میں نہ آیا۔ حتیٰ کہ غیر احمدی اس کی ذلت کو نمایاں طور پر محسوس کر رہے تھے۔ اس نے گراج سے امداد کے لئے مولویوں کو بلانے کی کوشش کی۔ اور خود بیمار بن بیٹھا۔ مگر جب کوئی نہ آیا۔ تو پھر طوعاً و کرہاً اگلے روز ختم نبوت۔ اور صداقت مسیح موعودؑ پر بحث کے لئے آیا۔ ارد گرد کے دیہات سے بھی لوگ کافی تعداد میں آئے ہوئے تھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے غیر احمدی مولوی کو بہت ہی ذلت اٹھانی پڑی۔ غیر احمدی بلکہ غیر مسلم بھی ہمارے مولوی صاحب کے زبردست دلائل کے قائل تھے۔ مناظروں کا بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ بعض سکھ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر انہیں مزید غور و فکر کا مشورہ دیا گیا۔ تمام گرد و نواح میں اس مناظرے کا چرچا ہے۔ اور لوگ علے الاعلان احمدیت کے غلبہ کا اقرار کر رہے ہیں ؀

سانیوال میں آریوں کا مناظرے سے فرار

سانیوال ضلع لدھیانہ میں آریہ سماج کا جلسہ تھا۔ اور وہ چونکہ ہمیشہ اسلام پر حملے کرنے کی عادی ہے۔ اس لئے وہاں کے غیر احمدیوں نے نظارت دعوت و تبلیغ سے مبلغین کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی صالح محمد صاحب بھیجے گئے۔ مقامی آریہ سماج نے لاہور۔ اور دہلی وغیرہ مقامات پر مناظر کے لئے تار دیئے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ اس پر انہوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ حالانکہ پہلے اس کے لئے دعوت عام شائع کر رکھی تھی۔ عوام الناس نے آریہ سماج کی اس کھلی شکست کو بخوبی محسوس کیا۔ اپنے جلسہ کے آخر میں انہوں نے آدھ گھنٹہ اعتراضات کے لئے رکھا تھا۔ ہمارے مولوی صاحبان نے تناسخ پر اعتراض کئے۔ جن کا کوئی جواب پنڈت صاحب نہ دے سکے۔ اور آریہ نوجوانوں نے صاف طور پر تسلیم کیا۔ کہ ہمارا پنڈت کم علمی کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتا ؀

تلونڈی موسے خاں میں تبلیغ

سکرٹری صاحب تلونڈی موسے خاں ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد احسان صاحب آنریری مبلغ نے اس علاقہ میں بہت مفید کام کیا ہے۔ خاص اس گاؤں نیز نواحی علاقہ میں ان کے متعدد لیکچر ہوئے۔ جن کا بہت اثر ہوا۔ علاقہ کے ایک مشہور پادری سے ایک کامیاب مناظرہ کیا۔ اور ایک سرکاری افسر سے بھی نہایت مدلل گفتگو کی۔ جس کے لئے ہم سب ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں

کنجاہ میں تبلیغ

سکرٹری صاحب تبلیغ لکھتے ہیں۔ کہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹۔ فروری کو یہاں پہونچے۔ اور ختم نبوت پر تقریر کی۔ بعض لوگوں نے اعتراضات کئے۔ جن کے تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ خصوصاً ایک پیغامی کی بحث کر کری ہوئی۔ اس نے کہا تھا۔ کہ قادیانیوں نے غلو کر کے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا لیا ہے۔ مولوی صاحب نے اسے کہا۔ کہ اچھا اس بات پر حلف اٹھاؤ۔ پہلے تو وہ آمادہ ہو گیا۔ لیکن جب مولوی صاحب نے حلف نامہ پیش کیا۔ تو انکار کر دیا۔ آخر اسے کہا گیا۔ کہ خود الفاظ تجویز کر کے حلف اٹھا جاؤ۔ مگر وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوا۔ مولوی صاحب نے عورتوں میں بھی دو وعظ کئے ؀

ضروری گزارش

بزم "الفضل" سے بچھڑے ہوئے دوستوں کی خدمت میں

برادرانِ کرام! کسی معذوری و مجبوری سے آپ "الفضل" کے خریدار نہیں رہے۔ ورنہ اس سے پہلے آپ (ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے) اسے باقاعدہ مطالعہ فرماتے تھے۔ یہ پرچہ ہدیۃً آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس درخواست و التجا کے ساتھ کہ آپ کم از کم تین ماہ کے لئے "الفضل" اپنے نام جاری کرا لیں گے۔ میں آپ کو ہر ممکن سے ممکن رعائت وصولی چندہ میں دینے کو تیار رہوں گا۔ وی۔ پی میں پانچ آنے زائد خرچ ہے۔ اس لئے منی آرڈر یا معرفت محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان بھیج دیجئے۔ بالاقساط یا یکمشت دو روپے آٹھ آنے۔ جواب اور اپنے ارشاد سے ضرور مطلع فرمائیے۔ (منیجر الفضل۔ قادیان)

جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی گزشتہ چند روز کی مصروفیتیں

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کی گزشتہ چند ایام کی مصروفیتوں کا ذکر اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ تا جن احباب کے خطوط کے جواب وہ بذاتِ خود نہیں دے سکے ان کو اطلاع ہو جائے ؀

جیسا کہ اخبار میں اعلان کیا گیا تھا۔ آپ سلسلہ اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بعض نہایت اہم اور ضروری کاموں کی مختلف مقامات پر سرانجام دہی کے لئے ۲۴ فروری کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ لاہور، شیخوپورہ، گجرات، جموں اور کرنال تشریف لے گئے واپسی پر مسلسل سفر اور دن رات کی مصروفیت کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد پر ۱۵ مارچ کو لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ۱۹ مارچ کو واپس آئے۔ اور اپنے ساتھ ایک آسٹریا کے سیاح میو پورڈ وائس کو جو معہ اپنی بیوی کے آسٹریا میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور جن کا اسلامی نام محمد اسد ہے۔ لائے۔ اور انہیں مرکزی ادارات اور ضروری مقامات کے متعلق تفصیلی واقفیت کرائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں ملاقات کے لئے پیش کیا۔ اور حضور نے انہیں اپنی کوٹھی دارالحمد میں ٹھیرنے کا فخر بخشا۔ اور مختلف اوقات میں آٹھ گھنٹے اسلام اور احمدیت کے اہم مسائل پر بالتفصیل انگریزی میں ان سے گفتگو فرمائی۔ یہ صاحب اسلام قبول کرنے کے بعد ۵ سال حجاز میں مقیم رہے ہیں۔ اور اپنی پہلی بیوی فوت ہو جانے پر ایک نجدی خاندان میں انہوں نے شادی کی۔ عربی میں سلیس گفتگو کر سکتے ہیں آسٹریا کے کئی ایک با اثر اخبارات کے نامہ نگار ہیں۔ جماعت احمدیہ۔ مرکزِ سلسلہ اور انتظامات سلسلہ کے متعلق نہایت عمدہ اثرات لیکر وہ ۲۱ مارچ واپس گئے

چندہ نہ روکا جائے

کچھ دنوں سے چندہ کی آمد جماعتوں کی طرف سے اس رفتار سے نہیں ہو رہی۔ جو سال کے خاتمہ کے قریب آخری دو ماہ میں ہونی چاہیئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت قریب ہونے کی وجہ سے بعض عہدیداران صیغہ مال نے قادیان میں دستی چندہ بھیجنے کی نیت سے اس ماہ میں جو چندہ بھیجنا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

مولوی ظفر علی وغیرہ مخالفین اسلام کا آلہ کار ہیں

دشمنان اسلام کی خاطر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش

غیر مسلموں کی حمایت

ایسی صورت میں جبکہ ایک طرف تو غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے متعلق جماعت احمدیہ کی مساعی موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہو رہی ہیں۔ ادیان باطلہ کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ اسلام کی فضیلت اور صداقت ثابت کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف سیاسیات میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ اور غیر مسلموں کی چالبازیوں کو بے نقاب کر کے مسلمانوں کے سامنے صحیح طریق عمل پیش کر رہی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو مسلمان کہلاتے ہوئے بقول خود "ثمن قلیل کے عوض اپنا دین و ایمان" بیچنے کے عادی ہیں۔ اور نفسانی اغراض کے حصول کے لئے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کیلئے بآسانی مخالفین کا آلۂ کار بن سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی اندھا دھند مخالفت کرنے میں غیر مسلموں میں سے بعض لوگوں کی تائید اور حمایت کا حاصل ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں:۔

ہر مسلمان غور کرے

لیکن ہر وہ شخص جس کے دل میں اسلام کی محبت ہے۔ اور جو مسلمانوں کو دنیا میں زندہ اور سربلند دیکھنا چاہتا ہے اسے غور کرنا چاہیئے۔ کہ جن لوگوں کو غیر مسلموں کی طرف سے اور ان غیر مسلموں کی طرف سے جن کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے جن کی آنکھوں میں مسلمان خار کی طرح کھٹکتے ہیں۔ اور جو دن رات اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کو نابود کرنے کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے میں امداد حاصل ہونے کے کیا معنی ہیں:۔

اسلام اور جماعت احمدیہ

وہ لوگ جو اس وقت شرافت اور انسانیت کے تمام حدود کو منقطع کر کے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جن کے سب سے بڑے علمبردار مولوی ظفر علی صاحب ہیں۔ اور جن کی فتنہ انگیزیوں کا سب سے بڑا میدان اخبار "زمیندار" کے صفحات ہیں۔ اگر ان کے اس ادعا میں حقیقت کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ اور اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر نقصان پہونچ رہا ہے۔ جس قدر کسی بڑے سے بڑے دشمن نے آجتک نہیں پہونچایا۔ اور اس کے ازالہ کے لئے مولوی ظفر علی صاحب اور ان کے رفقاء کھڑے ہوئے اور کہتے ہیں۔ "اس وقت ایک لطیفۂ غیب نمودار اور نمایاں ہوا ہے۔ کہ مجاہد ملت جناب سامی انقاب مولوی ظفر علی خاں صاحب دام ظلہٗ اس خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں"۔ (زمیندار ۱۹۔ مارچ) تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اسلام کے مسلمہ مخالف اور مسلمانوں کے کھلے دشمن مولوی ظفر علی صاحب اور ان کے رفقاء کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔ اور ان کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر جماعت احمدیہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں:۔

مخالفین اسلام کیوں امداد دے رہے ہیں

کیا وہ اس اسلام کی صداقت کے قائل ہو چکے ہیں جس کے مولوی ظفر علی صاحب اور ان کے رفقاء مدعی ہیں۔ اور انہوں نے اس کی حفاظت اپنا فرض قرار دے لیا ہے۔ کہ اس فرض کی ادائگی کے لئے وہ مولوی ظفر علی وغیرہ کے دست و بازو بن کر جماعت احمدیہ کے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ وہ اسلام کے نام تک سے اسی طرح نفور ہیں۔ جس طرح پہلے تھے۔ اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق اب بھی وہی بغض اور عداوت جاگزیں ہے جس پر ہمیشہ سے انہیں ناز ہے۔ تو پھر ان کی طرف سے مولوی ظفر علی اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کرنے کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ایک ایسی جماعت کی مخالفت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جو اسلام کی خادم اور مسلمانوں کی حقیقی خیر خواہ ہے۔ اور جس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ اور مسلمانوں کو فوقیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس لئے انہیں بھی اس کی مخالفت میں حصہ لینا چاہیئے۔ تاکہ اس طرح وہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اپنی دلی آرزوئیں پوری کر سکیں:۔

مولوی ظفر علی صاحب کے دعاوی کی حقیقت

مولوی ظفر علی کے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے متعلق دعاوی کی حقیقت سے غیر مسلم اصحاب اچھی طرح واقف ہیں وہ ان دعاوی کو کئی بار ثمن قلیل کے عوض خرید چکے ہیں۔ وہ بالفاظ معاصر "دین و دنیا" یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ "ظفر علی خاں کی ہر تحریک اور ہر تبدیلی کی تہ میں زر پرستی کے سوا کچھ نہیں ہوتا" انہیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ "اس زر پرستی پر قوم پرستی کا نقاب ڈال کر ہمیشہ ظفر علی خاں نے مسلمانوں کو بے وقوف بنایا ہے" جب اس طرز اور اس قماش کا انسان اس مقصد اور مدعا کو لیکر کھڑا ہو۔ کہ مسلمانوں کی اس جماعت کو نقصان پہونچائے۔ جس کے اسلامی جوش اور خدمت اسلام کا بارہا مخالفین اسلام بھی فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کر چکے ہیں۔ اور جس کے متعلق آریوں کے ایک نہایت متعصب مگر مشہور اخبار "پرکاش" (۱۲۔ مارچ) نے حال ہی میں یہ لکھا ہے۔ کہ "مسلمانوں میں احمدی جماعت تبلیغ کے کام میں خاص طور پر سرگرم نظر آتی ہے"۔ تو وہ کیوں نہ اس کی حمایت کرنا اپنا فرض سمجھیں۔ اور کیوں نہ اس کی پیٹھ ٹھونکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی ظفر علی۔ اور ان کے رفقاء نے احمدیت کی مخالفت میں جو مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس میں ان کو بآسانی غیر مسلم حلیف میسر آ گئے ہیں:۔

جدید سودے کی بنا پر مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنیکی کوشش

اس سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچ جاتی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے خلاف مولوی ظفر علی کی فتنہ انگیزی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی دیرینہ آرزوؤں کے پورا کرنے کے لئے ہے۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ سمجھدار اور حقیقت شناس مسلمان بھی اسی نتیجہ پر پہونچ چکے ہیں۔ چنانچہ جریدہ "دین و دنیا" دہلی نے لکھا ہے:۔

"ہم اس نازک موقعہ پر سادہ مزاج مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ظفر علی خاں کے اس فریب سے ہوشیار رہیں۔ جس کے پردے میں قادیانی اور غیر قادیانی۔ سنی۔ شیعہ کا جھگڑا اٹھا کر مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کی کوشش کسی جدید سودے کی بنا پر ہو رہی ہے۔"

"زمیندار" کا عذر گناہ

اس صریح اور واضح حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے

ئے "زمیندار" (۱۷۔ مارچ) نے اپنی صفائی میں یہ بیان شائع کیا ہے۔ کہ

"ہم سے کہا گیا تھا۔ کہ رد قادیانیت کے سلسلہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک مشترکہ جلسہ ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم نے اس خیال کی مخالفت کی۔ اور مجلس دعوت و ارشاد نے بھی ہم سے اتفاق کیا"

لیکن یہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا کیونکہ خود "زمیندار" اپنے صفحات میں بڑے فخر کے ساتھ غیر مسلموں کے ایسے بیانات شائع کر چکا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے خلاف مجلس دعوت و ارشاد کی طرف سے منعقد ہونے والے جلسوں میں پیش کئے گئے:۔

مولوی ظفر علی کی حمائت ایک عیسائی کیطرف سے

چنانچہ ۳۔ مارچ کا وہ جلسہ جو بالفاظ زمیندار (۷۔ مارچ) "باغ بیرون موچی دروازہ میں زیر اہتمام مجلس دعوت و ارشاد زیر صدارت حضرت مولانا ظفر علیخاں" منعقد ہوا۔ اس کی روئداد میں لکھا۔

"ایک عیسائی نے جس کا نام ایف۔ ای جیمز ہے۔ کھڑے ہو کر کہا۔ میں اپنی جماعت کی طرف سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ غلام احمد کافر، مرتد۔ اور جھوٹا تھا۔ مجھے اس بات کا فخر ہے۔ کہ ہم میں سے آج تک کوئی مرزائی نہیں ہوا۔ اور مجھے اس بات کا افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے ہی بعض بے علم اور جاہل لوگ یا وہ جنہیں اسلام سے کچھ واقفیت نہ تھی۔ ان لوگوں کے جال میں پھنس گئے۔ میں بحیثیت عیسائیوں کے نمائندہ کے اعلان کرتا ہوں کہ ہم مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے"

مولوی ظفر علی کی اسلامی غیرت و حمیّت

قطع نظر اس سے کہ اس بد زبان عیسائی کا یہ دعویٰ کتنا جھوٹا ہے۔ کہ "ہم میں سے آج تک کوئی مرزائی نہیں ہوا" اور قطع نظر اس سے کہ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے متعلق اسے اس لئے "افسوس" ہوا۔ کہ ان کا نہ صرف عیسائیت کے جال میں پھنسنا ناممکن ہو گیا۔ بلکہ وہ عیسائیت کا قلع قمع کرنے والی جماعت بن گئے۔ ذرا صدر جلسہ "حضرت مولانا ظفر علیخاں" جو حال ہی میں اپنے مسیحی ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اور حاضرین جلسہ کی اسلامی غیرت و حمیت دیکھئے۔ کہ ایک ایسے شخص کے منہ سے یہ سُن کر کہ "ہم مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے" پھُولے نہیں سماتے۔ جو ایک انسان کو خدا کا بیٹا قرار دے کر ایسے ہولناک جرم کا مرتکب ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے: تکاد السّمٰوٰت یتفطّرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا۔ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدًا۔ یعنی قریب ہے۔ کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ اور زمین شق ہو جائے۔ اور پہاڑ کانپ کر گر پڑیں۔ اس وجہ سے کہ عیسائیوں نے دعوےٰ کیا۔ کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ خدا کی شان کے یہ ہرگز شایاں نہیں ہے۔ کہ وہ کسی انسان کو ایسا بیٹا بنائے۔ جیسا کہ عیسائی قرار دیتے ہیں:۔

خدا تعالےٰ کے اس ارشاد کی موجودگی میں جو لوگ اپنے جلسہ میں خدا کا بیٹا قرار دینے کے جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے یہ کہلا کر خوش ہوتے ہیں۔ کہ "ہم مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں" حالانکہ وہ جلسہ کرنے والوں کو بھی معہ ان کے صدر کے کافر ہی سمجھتے ہیں۔ ان کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں بالکل اندھے ہو چکے ہیں۔ ایسے اندھے کہ جن لوگوں کے متعلق خدا تعالےٰ صریح طور پر سخت ناراضی کا اظہار فرما رہا ہے۔ ان کو بھی اپنا معاون اور مددگار بناتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ پھر دعوےٰ یہ کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ تف ہے ان کے اس دعوےٰ پر:۔

ایک مہاشہ مولوی ظفر علی کی تائید میں

مجلس دعوت و ارشاد ہی کے ایک دوسرے جلسہ میں جو ۶۔ مارچ کو منعقد کیا گیا۔ بالفاظ "زمیندار" (۸۔ مارچ) "مہاشہ ادوائیں نند شانت یوگانند نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

مرزا غلام احمد ایک دہریہ ہے۔ اور اس کی تعلیم دہریت سے پُر ہے۔ یہ اپنے آپ کو کرشن اوتار بتاتا ہے۔ حالانکہ اس کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ ہم نے اس کی روک تھام کے لئے کام شروع کر دیا ہے۔ ہم ہندوؤں میں سے کسی کو قادیانی نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ ان میں سے بھی کوئی قادیانی نہ ہو"

"زمیندار" نے یہ کہنے والے کو "ایک معزز اور ذمہ وار ہندو" قرار دیا ہے۔ لیکن حیف ہے ان مسلمان کہلانے والوں پر جنہوں نے اپنے آپ کو "مہاشہ ادوائیں نند شانت یوگانند" کے خطاب کا محتاج سمجھا۔ اور یہ ضرورت محسوس کی۔ کہ وہ انہیں نصیحت کرے۔ کہ "مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ ان میں سے بھی کوئی قادیانی نہ ہو" جو لوگ یوگانند کی اس نصیحت پر عمل کر سکتے ہیں۔ وہ اس بات کے لئے بھی تیار ہونگے۔ کہ جب یوگانند انہیں یہ فرمائیں۔ کہ گلے میں جنیو ڈال کر اور سر پر چوٹی رکھ کر مہاشے بن جاؤ۔ تو فوراً اس کی تعمیل کریں:۔

ایک سکھ کی حمائت

اسلام کے ان عجیب و غریب شیدائیوں کے لئے ایک عیسائی اور ایک ہندو کی مدد حاصل کرنے کے بعد کسی سکھ کی رفاقت حاصل کرنا باقی تھی۔ وہ امرتسر کے ایک جلسہ میں میسر آ گئی۔ جس کا ذکر ۹ مارچ کے "زمیندار" میں کیا گیا۔ اور اس طرح بخیال خود اسلام کی حفاظت کا پورا پورا سامان کر لیا گیا:۔

مولوی ظفر علی کی اسلام دشمنی

اب قابلِ غور سوال یہ ہے۔ کہ جو لوگ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے خفیہ اور در پردہ غیر مسلموں سے سودے کرنے کے علاوہ کھُلم کھُلا اس حد تک گر اوٹ کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں ان کی اسلام دشمنی میں کیا شک و شُبہ رہ جاتا ہے۔ اگر جماعت احمدیہ کی مخالفت کی یہ وجہ ہے۔ کہ ان کے خیال میں اسلام کو اس جماعت کی وجہ سے نقصان پہونچ رہا ہے۔ تو اسلام کے مسلّمہ مخالفین کے ساتھ ساز باز کرنے اور ان کی امداد حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا کسی عیسائی سے یا کسی ہندو سے۔ یا کسی سکھ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو۔ جب ان میں ہر ایک شخص اسلام کو جھوٹا مذہب یقین کرتا ہے۔ اسلام کی بجائے اپنا مذہب قائم کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت و حقارت پیدا کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ کسی ایسے فعل کی تائید اور حمایت کر سکے جس سے اسلام کو تقویّت حاصل ہو سکتی ہو۔ یہ لوگ ایسے ہی فعل کی حمائت کر سکتے ہیں۔ جس کے متعلق انہیں یقین ہو۔ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے تباہ کُن ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مولوی ظفر علی اور ان کے رفقاء کی حمایت کر رہے ہیں:۔

جمہور مسلمانوں کا فرض

مولوی ظفر علی وغیرہ میں اگر اسلامی غیرت و حمیت کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا۔ اگر وہ اسلام کو نقصان پہونچانے۔ اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی خاطر غیر مسلموں کے ہاتھوں ثمن قلیل کے بدلے نہ بک چکے ہوتے۔ اگر ان کی مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کی کوشش کسی جدید سودے کی بناء پر نہ ہوتی۔ تو ناممکن تھا۔ کہ غیر مسلم ان کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر جماعت احمدیہ پر حملہ آور ہوتے۔ اور جبکہ کھُلم کھُلا ایسا ہو رہا ہے تو مسلمانوں کے لئے اس ساری شرارت اور فتنہ انگیزی کی وجہ سمجھنے میں کوئی دقّت باقی نہیں رہ جاتی۔ جماعت احمدیہ کی اشاعتِ اسلام اور حفاظتِ اسلام کے متعلق کامیاب مساعی میں روکاوٹ پیدا کرنے کے لئے مخالفین اسلام نے مولوی ظفر علی صاحب کو اپنا آلۂ کار تجویز کیا۔ اور پھر ان کے پشت پناہ بن کر ان سے کام لے رہے ہیں۔ اب یہ غیور اور مخلص مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ غیر مسلموں اور ان کے کارندوں کی اس چال کو ناکام بنانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ اور بتا دیں۔ کہ مسلمان اتنے سادہ لوح نہیں ہیں۔ کہ اسلام کے دشمنوں اور اسلام کے خدمت گزاروں میں فرق محسوس نہ کریں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

احمدیت کے خلاف دشمنانِ احمدیت کی متفقہ جدوجہد

ابتلاؤں کا سلسلہ ایمان کو تازہ رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء بمقام لاہور مسجد احمدیہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے آج کا قیام لاہور میں محض اس غرض کے لئے کیا ہے۔ کہ تا میں

جمعہ کا خطبہ

یہاں پڑھ سکوں۔ کیونکہ کئی دنوں سے میرے دل میں یہ خیال تھا۔ کہ میں لاہور کے دوستوں کو بعض ایسے امور کے متعلق جو ان دنوں ان کے سامنے ہیں۔ بعض نصائح کروں۔ اور اس کی بہتر صورت مجھے یہی نظر آئی کہ میں ایک جمعہ لاہور میں پڑھاؤں اور اس طرح اپنے خیالات سے دوستوں کو آگاہ کر دوں ۔

چند دنوں سے ہماری جماعت کی مخالفت دوسرے لوگوں میں بڑھ رہی ہے۔ اور وہ

معاندت کی رَو

جو پچھلے چند سالوں سے دبی ہوئی تھی۔ پھر نئے سرے سے طاقت پکڑ کر ایک نئے رنگ میں دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً ظاہر ہونے لگی ہے۔ یہ ایک طبعی امر ہے۔ کہ جب ایک انسان کے خلاف کوئی جدوجہد شروع کی جاتی ہے۔ تو وہ اسے برا مناتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اس

طبعی احساس

سے ہماری جماعت بھی آزاد نہیں ہو سکتی۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اس مخالفت کی رو کو دیکھ کر جو ہمارے خلاف جاری ہے۔ اس معاندانہ پروپیگنڈا کو دیکھ کر جو ہمارے خلاف کیا جا رہا ہے اور ان گالیوں کو سنکر جو ہمیں یا ہمارے بزرگوں کو دی جاتی ہیں۔ ہمارے دوستوں کے دلوں میں بھی وہ حیوانیت جو انسان کے ساتھ ایک خاصۂ لازمہ کے طور پر لگی ہوئی ہے۔ کچھ نہ کچھ جوش دکھائے اور ان کی طبیعت بھی گو

اینٹ کا جواب پتھر سے

دینے کی طرف مائل نہ ہو۔ مگر اینٹ کا جواب روڑے سے دینے کی طرف مائل ہو جائے۔ پس میں نے سمجھا۔ میرا فرض ہے۔ کہ اس وقت لاہور جو

مخالفت کا مرکز

بن گیا ہے۔ یہاں کی جماعت کو اپنے خیالات سے آگاہ کر دوں تاکہ وہ لوگ جو میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے مجھے

معلم کا درجہ

دے چکے ہیں۔ اپنے آئندہ طریق عمل کو میری ہدایات کے مطابق ڈھالیں درحقیقت جماعت کی غرض یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ افراد اپنے اپنے طور پر کام نہ کریں۔ بلکہ

اجتماعی کام

ایک فیصلہ کے ماتحت کیا جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الامام جُنّۃ یُقاتَل من ورائہ یعنی امام ایک ڈھال کے طور پر ہوتا ہے۔ اور جماعت کو اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیئے۔ وہ انسان ہرگز عقلمند نہیں کہلائیگا جو دشمن پر حملہ تو کر دے۔ لیکن ڈھال کو اپنے پیچھے کر لے۔ ایسے شخص کو ڈھال کا بوجھ اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ڈھال کا منشاء یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ حملہ آور کے حملہ کو روکا جائے۔ اور اگر یہ غرض پوری نہ ہو۔ تو نہ صرف یہ کہ ڈھال کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ وہ

ایک زائد بوجھ

ہوگا۔ جو سپاہی کی چستی کو کم کر دے گا۔ جنگ کا اصل یہی ہے کہ جتنا ہلکا پھلکا سپاہی ہو۔ اتنی ہی زیادہ عمدگی کے ساتھ وہ جنگ کر سکیگا۔ اور اگر وہ ڈھال سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ تو اس کی ڈھال ایک زائد بوجھ شمار کی جائے گی۔ بعینہٖ اسی طرح امام بھی ایک بوجھ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر انسان

فطرتی آزادی

محسوس کرتا ہے۔ جسے وہ امام کی اتباع کے ذریعہ قربان کر دیتا ہے۔ پہلے وہ ہر کام اپنی مرضی سے کر لیا کرتا تھا۔ مگر اب اسے بہت سے کاموں میں

امام سے مشورہ

لینا پڑتا ہے۔ یا بہت سے کاموں میں اسے امام کے فیصلہ کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ پس یہ زائد بوجھ اگر ہمارے لئے مفید نہ ہو۔ تو یقیناً نقصان دہ ہوگا۔ اور اگر ہم اس سے وہی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ جو اس کا مقصد مقرر کیا گیا ہے۔ تو اس بوجھ کے اٹھانے کا دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جس طرح ڈھال کے متعلق کوئی شخص یہ پسند نہیں کرے گا۔ کہ اسے اپنے پیچھے کرے۔ اور ایسا کرنے والے کو ہر انسان بیوقوف سمجھیگا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

الامام جُنّۃ یُقاتَل من ورائہ

یعنے اگر تم کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اس کو آگے رکھو۔ اور آپ پیچھے رہو۔ لیکن اگر تم خود آگے رہتے ہو۔ اور اسے پیچھے کرتے ہو۔ تو تم اس بے وقوف کی طرح ہو۔ جو ڈھال کو اپنے پیچھے کرتا۔ اور پھر دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے ۔

آج کل بجائے ڈھالوں کے خندقوں کے ذریعہ جنگ کی جاتی ہے۔ جنکو انگریزی میں ٹرنچز Trenches کہتے ہیں۔ کوئی انسان جو ٹرنچز کو چھوڑ کر جنگ کرے۔ اسے کامیابی کی امید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خندقیں اسی لئے کھودی جاتی ہیں کہ انسان ان کی حفاظت میں رہ کر دشمن سے لڑائی کرے۔ اسی طرح امام کی حفاظت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور جو شخص اپنے امام کی آواز کے بغیر اور اس کی حفاظت کے بتلائے ہوئے طریق کے علاوہ

دشمن سے جنگ

کرتا ہے۔ وہ کامیابی کا موتہہ نہیں دیکھ سکتا ؛

پس میں سمجھتا ہوں۔ اس

اہم اور نازک موقع

پر جو نہ صرف لاہور میں خطرناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ بلکہ باہر بھی مختلف مقامات پر رونما ہو رہا ہے۔ میرا فرض ہے۔ کہ میں جماعت کو وہ ہدایات دوں جن سے اپنے آئندہ طریق عمل کو وہ درست رکھ سکے ؛

سب سے پہلے میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

فتنے اور ابتلاء

کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ جب سے انسان پیدا کیا گیا۔ جب سے خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا۔ اور جب سے خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا قرب عطا کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی وقت سے

ابتلاؤں کا سلسلہ

شروع ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جتنا زیادہ کوئی شخص خدا تعالےٰ کا پیارا ہوتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ وہ ابتلاء اور مصائب دیکھا کرتا ہے۔ اور قرآن شریف میں خاص طور پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ مت خیال کرو کہ تم ایمان لے آئے۔ اور اب تمہیں ابتلاء میں نہیں ڈالا جائے گا۔ بلکہ جب تک اللہ تعالےٰ ابتلاؤں کے ذریعہ تمہارے

ایمان کی آزمائش

نہ کرے۔ اس وقت تک تمہیں ایمان کے مطابق ثمرات حاصل نہیں ہوں گے ؛

ان ابتلاؤں کے آنے کی غرض یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس کے

بندے کے ایمان کی حقیقت

کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے سامنے بھی یہ ابتلاء اسکی قوت ایمان کا ثبوت ہوں۔ یوں دنیا میں ہر شخص دعوے کرتا ہے۔ کہ میں بڑا نیک ہوں۔ اور دعوے کرتا ہے۔ کہ میرا ہی طریق عمل درست ہے۔ تم ہندوؤں عیسائیوں اور سکھوں میں سے کسی کے پاس چلے جاؤ۔ ان میں سے ہر ایک یہی کہتا سنائی دے گا۔ کہ میرا مذہب ہی سچا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا کوئی ان میں سے ہے۔ جو اس دعوے کو اپنے عمل سے بھی ثابت کرتا ہو۔ اگر اس نقطۂ نگاہ سے

مذاہب کا موازنہ

کیا جائے گا۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ایسا شخص صرف مومن اور پکا مومن ہی ہوتا ہے

کچھ سال ہوئے۔ میں شملہ گیا۔ وہاں کی آریہ سماج کے سکرٹری صاحب جو گریجوئیٹ تھے۔ مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ اور ان سے

مذہبی گفتگو

شروع ہو گئی۔ دوران گفتگو میں وہ کہنے لگے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ مرزا صاحب نے آپ کو وہ کیا چیز دی ہے۔ جو مجھے حاصل نہیں۔ میں اس سوال کے اور بھی جواب دے سکتا تھا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیوض و برکات کے ثبوت میں

الہام الٰہی کا دروازہ کھلنا

بھی پیش کر سکتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ان فضلوں کو پیش کر سکتا تھا۔ جو آپ کی متابعت سے مجھ پر نازل ہوئے۔ مگر میں نے اس وقت کی گفتگو کے مطابق کہا۔ کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یقین بخشا ہے۔ ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی۔ اور انہوں نے کہا۔ یقین۔ بھلا یہ کس مذہب والے کو حاصل نہیں۔ اوروں کا ذکر اگر جانے بھی دیا جائے۔ تو کم از کم مجھے یہ یقین ضرور حاصل ہے۔ اور اگر یقین ہی ایسی نعمت ہے۔ جو آپ کو مرزا صاحب کی وجہ سے ملی۔ تو آپ نے اسلام کو کیوں ترجیح دی۔ کیوں آپ آریہ سماج کو سچا مذہب نہیں سمجھتے۔ جبکہ اس میں بھی انسان کو یقین حاصل ہو سکتا ہے میں نے کہا۔ اس لئے کہ

یقین کا مفہوم

جو آپ سمجھتے ہیں۔ وہ میں اس وقت مراد نہیں لے رہا۔ جس قسم کا یقین آپ پیش کرتے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو بھی حاصل ہے اور ان میں بھی اس یقین کی وجہ سے

جانی۔ مالی اور وقتی قربانی کرنے والے

سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ میں مان لیتا ہوں کہ وہ اس یقین کی وجہ سے اپنی جانیں بھی عیسائیت کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں مان لیتا ہوں کہ وہ اپنی عزت و ناموس کو اپنے مذہب کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں مان لیتا ہوں۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں غرض میں مان لیتا ہوں۔ کہ وہ جان و مال عزت و آبرو حتیٰ کہ اپنے بیوی بچوں کی قربانی کے لئے بھی تیار ہیں۔ مگر اس قسم کی قربانی دوسرے فرقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور آپ کو تو صرف دعوے ہے۔ عیسائیوں میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ایک پادری چین یا افریقہ میں مارا گیا۔ تو اسکی قوم ڈری نہیں۔ بلکہ اس کی جگہ لینے کے لئے بیسیوں درخواستیں پہنچ گئیں

کلیسیا کی تاریخ

میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔ کہ بعض جگہ عیسائی مشنری مارے گئے۔ بعض جگہ ان کے گوشت کھائے گئے۔ مگر باوجود اس کے وہ قوم ڈری نہیں۔ بلکہ ہزاروں مرد اور عورتیں اسی وقت اپنی خدمات پیش کر دیتے رہے۔ پس میں نے کہا۔ اگر یقین کے یہ معنے ہیں۔ تو میں انہیں تسلیم نہیں کرتا۔ آپ اپنی قوم کیلئے اپنا سارا مال بھی قربان کر سکتے ہیں اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں بلکہ اپنی بیوی اور بچوں کی جان بھی قربان کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں قومی ترقی کے لئے قربان کر دی جایا کرتی ہیں۔ اور دنیا میں یہ تمام چیزیں لوگ

قوم کے لئے قربان

کرتے چلے آئے ہیں۔ مذہب کے لئے وہ قربانی ہونی چاہیئے جو اس سے زیادہ اہم ہو۔ بھلا کونسا وہ ملک ہے۔ جہاں کسی نہ کسی وقت لوگوں نے اپنی بیوی بچوں کو ملک کے لئے قربان نہیں کیا۔ کونسا وہ ملک ہے۔ جس نے مالی قربانی نہیں کی۔ کونسا وہ ملک ہے۔ جس نے جانی قربانیاں دنیا کے سامنے پیش نہیں کیں۔ ہر ایک نے کیں۔ کسی نے آج اور کسی نے کل حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک۔ لوگ قربانیاں کرتے چلے آئے کرتے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔ اگر آج مصریوں میں قربانیاں نہیں۔ تو کسی وقت ان میں بھی تھیں۔ یا اگر ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ ہندوستان اب ایسی قربانیاں پیش نہیں کرتا۔ تو کسی وقت اس نے بھی پیش کی تھیں۔ غرض یہ سب قربانیاں ہوتی چلی آئیں ہیں۔ مگر ان کا

مذہب کی سچائی

سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان قربانیوں کو مذہب میں یقین کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے۔ کہ یہ ایک

قومی تعصب

ہے۔ انہوں نے کہا۔ تو پھر آپ کس قربانی کو یقین کے ثبوت میں اپنی طرف سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ قوم کی خاطر اپنے بیوی اور بچوں کو قتل کرا سکتے ہیں۔ یہانتک کہ ان کی روحانیت کو بھی تباہ کر سکتے ہیں۔ مگر ایک چیز ہے جسے کوئی سمجھدار قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور میں اس کی مثال میں کہتا ہوں۔ کہ میں قرآن ہاتھ میں لے کر یہ کہتا ہوں۔ کہ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ

خدا تعالےٰ کا کلام

ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ میرا اسے خدا تعالےٰ کا کلام سمجھنا نہ صرف دلائل اور شواہد و بینات پر مبنی ہے۔ بلکہ مشاہدہ پر اس کی بنیاد ہے۔ اور میں اس یقین کی بناء پر کہتا ہوں۔ کہ اے خدا اگر یہ بات غلط ہے۔ اگر یہ تیری طرف سے نازل کردہ کلام نہیں۔ اگر تو نے اسے دنیا کی راہ نمائی کے لئے

آخری شرعی کتاب

کی صورت میں نازل نہیں فرمایا۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تیری طرف سے نہیں۔ بلکہ ان کا دعوےٰ ان کے نفس کا افتراء تھا۔ تو اسے خدا مجھ کو اور میرے بیوی بچوں اور اولاد کو ہمیشہ کے لئے اس دنیا اور آخری جہان میں ہر قسم کی نیکیوں سے محروم کر دے۔ اگر آپ کو آریہ سماج کے سچا ہونے پر یقین ہے۔ تو ایسی ہی دعا آپ بھی کریں۔ وہ کہنے لگے۔ آپ میرے بیوی بچوں کا کیوں ذکر کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ جب آپ کو اپنے مذہب کی

صداقت پر کامل یقین

ہے۔ تو ان کا ذکر کرنے سے آپ کا کیا نقصان ہے۔ وہ کہنے لگے۔ یہ بہت بری بات ہے۔ کہ انسان ہمیشہ کے لئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے متعلق یہ دعا کرے۔ کہ وہ ہر قسم کی بھلائیوں سے محروم ہو جائیں۔ میں نے کہا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ کہ انسان دنیا کے لئے اپنی بیوی بچوں کی جان قربان کر سکتا ہے۔ مگر جس چیز کو وہ قربان نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہے۔ کہ انہیں ہمیشہ کے لئے نقصان اور تباہی کے گڑھے میں گرا دیا جائے۔ وہ بعض دفعہ یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ اگر میں ہلاک ہو گیا۔ تو کیا۔ بعض دفعہ یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ اگر میری اولاد نہ رہی۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ مگر وہ اپنی

نسل پر ابدی لعنت

ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ وہ وقتی طور پر جانی اور مالی قربانی کر سکتا ہے۔ اور عارضی طور پر اپنے آپ کو یا اپنی نسل کو مصائب و مشکلات کا نشانہ بنا سکتا ہے۔ مگر وہ ہمیشہ کیلئے

نیکی کا بیج

مٹانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی سمجھدار انسان تیار ہو سکتا ہے۔ غرض میں جتنا زیادہ ان پر زور دوں۔ اتنا ہی وہ انکار کرتے چلے جائیں۔ اور آخر بالکل لاجواب ہو گئے۔ پس یقین ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو ہر ایک قربانی پر آمادہ کر دیتی ہے۔ اور یقین ہی ہے۔ جس کا ابتلاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اور دکھانا چاہتا ہے۔ کہ واقعی میرے مومن بندے اپنی صداقت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ ورنہ کونسی وہ قوم ہے۔ جو یہ خیال نہیں کرتی۔ کہ وہ سچائی پر قائم ہے۔ کیا کوئی ہندو اس لئے ہندو مذہب پر قائم ہوتا ہے۔ کہ اسے اس کی صداقت پر شبہ ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اکثر ہندو خیال کرتے ہیں۔ کہ ان کا مذہب سچا ہے یا کیا کوئی عیسائی عیسائیت پر اس لئے قائم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسے جھوٹا سمجھتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اکثر عیسائی خیال کرتے ہیں۔ کہ عیسائیت ہی

سچائی کی حقیقی راہ

ہے۔ یہی حال سکھوں کا ہے۔ یہی حال دوسری اقوام کا ہے۔ جس طرح مسلمانوں کو یقین ہے۔ کہ ان کا مذہب سچا ہے اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کو بھی یقین ہے۔ اور اسی طرح دوسری اقوام کو بھی یقین ہے۔ اور اس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ شریر دنیا میں کم ہیں۔ اور شریف زیادہ اگر دنیا میں

شریفوں کی کثرت

نہ ہوتی۔ تو انسانی پیدائش کی غرض باطل ہو جاتی۔ تم اگر ایک ڈاکو کے اعمال کو دیکھو گے۔ تو ان میں بھی

نیکی کا عنصر

غالب دکھائی دے گا۔ لوگ بعض دفعہ کسی کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ گننے لگیں۔ کہ یہ جھوٹ کتنی دفعہ بولتا ہے اور سچ کتنی دفعہ۔ تو اس کے جھوٹ بہت کم ہوں گے۔ اور سچ بہت زیادہ۔ ہم اگر ایسے شخص کو برا کہتے ہیں۔ تو اس کے عیب دار ہونے کی وجہ سے۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ کلیۃً نیکیوں سے محروم ہو چکا ہے۔ ایک ریشمی کرتہ میں چھوٹا سا سوراخ ہو جائے۔ تو تمام کرتہ عیب دار ہو جائیگا حالانکہ وہ سوراخ پیسہ کے برابر ہوگا۔ اسی طرح ہم جھوٹے کو جھوٹا۔ اس کے

فعل کی شناعت

کی وجہ سے کہتے ہیں۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ کبھی سچ بولتا ہی نہیں۔ یا بہت کم سچ بولتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ کسی کو کذاب کہا جاتا ہے۔ تو اس کی وجہ بھی یہ ہوتی ہے۔ کہ اس نے کوئی بڑا جھوٹ بولا ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی انسان آج تک ایسا نہیں گزرا جس کے جھوٹ اس کے سچ سے زیادہ ہوں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک جسقدر بھی جھوٹ بولنے والے ہوئے ہیں۔ ان تمام کے جھوٹ کم ہیں اور سچ زیادہ۔ یہی حال چوری وغیرہ دوسرے عیوب کا ہے۔ اگر انسانوں کی بدیاں اس کی نیکیوں سے بڑھ جائیں۔ تو یقیناً اللہ تعالےٰ بنی نوع انسان کو مٹا دیتا۔ اور دنیا میں قیامت آجاتی۔ قرآن مجید صاف طور پر فرماتا ہے۔ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ جو چیز فائدہ رساں ہوتی ہے اسے ہی دنیا میں قائم رکھا جاتا ہے۔ اگر انسان نفع رساں نہ ہوتے۔ اور اگر ان کی

بدیاں نیکیوں سے زیادہ

ہو جاتیں۔ تو انہیں ہرگز دنیا میں نہ رکھا جاتا۔ بلکہ تباہ کر دیا جاتا غرض اللہ تعالےٰ نے یقین کے اظہار کے لئے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ مگر اس خالی دعوے میں تمام مذاہب شریک ہیں۔ اور سب لوگ نیک نیتی سے اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں کسطرح ہو سکتا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ

سچا اور جھوٹا یقین

کرنے والوں میں فرق نہ کرے۔ اور بتلائے نہیں۔ کہ کس کا سچا یقین ہے۔ اور کس کا جھوٹا۔ اسی کے اظہار کے لئے حقیقی اور غیر حقیقی یقین کرنے والوں میں فرق کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایسے ابتلاؤں میں سے گزارتا ہے جن میں ان کا ایمان چمک اٹھتا ہے۔ اور دنیا پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ

ابتلاؤں کی بھٹی

ان کے ایمانوں کو اور زیادہ جلا دے دیتی ہے۔ جب ابتلاء آتے ہیں۔ مصائب کی آندھیاں اٹھتی ہیں۔ حوادث کے پہاڑ گرتے ہیں۔ اس وقت ایمان رکھنے والوں کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جاتے۔ اور ان کے ایمان از سر نو تازہ ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے شخص گھبرا جاتے ہیں۔ وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی پریشان خاطری ظاہر کر دیتی ہے۔ کہ

حقیقی استقامت

ان کے دلوں میں موجود نہیں۔ پس ایمان تازہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ابتلاؤں کا سلسلہ جاری رہے۔ اور جو شخص ان ابتلاؤں سے گھبراتا ہے۔ وہ دنیا پر یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ گویا اسے حقیقی ایمان نصیب نہیں۔ پس یہ

پہلا گر

ہے۔ جسے ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے۔

دوسرا امر جس کی طرف میں اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ کبھی اللہ تعالےٰ اپنی جماعت اور سلسلہ کو دوسروں کے ہاتھوں قائم نہیں کیا کرتا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے اسے بڑھاتا۔ اور اپنے ہاتھ سے ہی اسے

ترقی کے انتہائی منازل

تک پہنچاتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالےٰ کی غیرت اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ کہ وہ الٰہی سلسلہ کو دوسروں کے ہاتھ سے قائم کرے۔ جب بھی کوئی خدا کی جماعت دنیا میں قائم ہوئی۔ ہمیشہ خدا کے ہاتھ سے قائم ہوئی۔ اور گو جزوی طور پر دوسرے لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ مگر حقیقی امداد اور نصرت اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام حکومتوں سے آزاد جگہ میں پیدا کیا۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی منظم حکومت کے ماتحت ہوتے۔ تو چاہے وہ حکومت دشمن بھی ہوتی۔ پھر بھی دشمن کی حکومت ایک رنگ حفاظت کا اپنی رعایا کو ضرور دیتی ہے مثلاً یہی کہ ایسی حکومت میں بھی ہر شخص ایذا پہنچانے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر حکومت دشمن ہو۔ تو وہ یہی چاہے گی کہ میں خود سزا دوں۔ یہ نہیں۔ کہ خالد بکر جو اٹھے فساد برپا کرنا شروع کر دے۔ اس طرح

حکومت کی تنظیم میں فرق

پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔ مثلاً افغانستان میں ہی ہمارے بعض احمدی بھائی سنگسار کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہ فعل خود کیا۔ دوسروں نے نہیں پس باوجود اس کے کہ اس وقت کی

حکومت افغانستان کا فعل

نہایت ہی ظالمانہ اور عدل وانصاف کے خلاف تھا۔ پھر بھی اس نے اس حد تک کیا۔ کہ ظلم بھی اپنے ہاتھ سے کیا۔ دوسروں کے ذریعہ نہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو

آخری ہدایت نامہ

دے کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ وہ کامل طور پر اسی کی تائید اور نصرت سے پھیلے۔ انسانی ہاتھ کا اس میں دخل نہ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے ملک میں پیدا کیا جس میں کوئی بھی حکومت نہ تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ عرب کے لوگ آپس میں بعض موقعوں پر مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ مگر کوئی ایسا قانون نہ تھا جس میں افراد افراد کو نقصان نہ پہنچا سکتے ہوں۔ بے شک ان میں یہ قانون تھا کہ لڑائی سے پہلے فلاں شخص کے پاس روپیہ جمع کرایا جائے۔ یا مثلاً یہ قانون تھا کہ جھنڈا فلاں شخص اٹھائے۔ مگر ایسا کوئی قانون نہ تھا کہ اگر کوئی کسی کو قتل کرنا چاہے تو وہ نہ کر سکے پس گو ان میں

تنظیم کا ایک رنگ

تھا۔ مگر افراد کی آزادی پر حد بندی کے لئے نہیں بلکہ اپنے شہر یا قبائل کی حفاظت کے لئے۔ ایسے ملک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوئ نبوت کرنے کے یہ معنے تھے۔ کہ آپ کی جان کی اس وقت کوئی بھی قیمت نہ تھی۔ اور اگر کوئی شخص نقصان پہنچانا چاہتا تو اسے اس ارادہ سے کوئی شخص روک نہ سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ بتلانا چاہتا تھا کہ مجھے اپنے دین کی اشاعت کے لئے کسی

انسانی مدد کی ضرورت

نہیں۔ اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الانبیاء اور سید المرسلؐ ہیں اس لئے ضروری تھا کہ آپ کے زمانہ میں ایسے حالات پیدا ہوتے جو باقی انبیاء کے حالات زمانہ سے ممتاز ہوتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ باقی انبیاء کو بھی ابتلاؤں میں سے گذرنا پڑا۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر ان کے زمانہ کے ابتلاء اس حد تک نہیں پہنچے۔ جس حد تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ابتلاء تھے۔

میرا منشاء اس سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ وہ خالص اپنی نصرت اور تائید سے اپنا سلسلہ دنیا میں پھیلائے اور یہ کہ انسانی کوششوں کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔ تو اس وقت ہمارا یہ کہنا کہ موجودہ مشکلات کے موقع پر

کوئی حکومت یا انجمن

ہماری مدد کرے اللہ تعالیٰ کی اس قدیم سنت کے خلاف ہوگا خدا تعالیٰ نے بے شک ایک منظم گورنمنٹ سے ہمارا واسطہ رکھا ہے اس لئے کہ تلوار ہمارے پاس نہیں۔ مگر حکومت سے امداد طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بدظنی ہے اگر واقعی یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر واقعی اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے تو نہ لوگوں کے آرام دینے سے ہمیں سہولت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ گورنمنٹ کے ساتھ دینے سے

ہماری مشکلات میں کمی

واقعہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کے انبیاءؑ کی جماعتیں تلواروں کے سایہ تلے پلا کرتی ہیں۔ ان کے لئے

پھولوں کی سیج

نہیں بچھائی جاتی۔ بلکہ کانٹوں کے بستر بچھائے جاتے ہیں وہ دن اور رات ابتلاء دیکھتے ہیں۔ صبح اور شام مصائب اپنے سروں پر منڈلاتے دیکھتے ہیں مگر وہ ڈرتے نہیں۔ ان کے ایمان کمزور نہیں ہوتے بلکہ وہ خوش ہوتے اور سمجھتے ہیں کہ ترقی اور سلسلہ کی اشاعت کے سامان ہو رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے۔

"اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ تو وہ مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے

ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ

درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت میں۔ نہ لوگوں کی سب وشتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائیشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا"

لیکن اگر ہم یہ امید کریں کہ ہمارے راستہ میں ابتلاء آئیں اور گورنمنٹ انہیں ہٹاتی جائے۔ یا ابتلا آئیں اور پبلک انہیں دور کرتی چلی جائے۔ تو دراصل وہ چیز جس کو خدا تعالےٰ نے ایمان کے اظہار کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم اسے مٹاتے اور اپنے

ایمانوں کو مخفی

رکھنا چاہتے ہیں۔ پس میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں مخالفوں کی طرف سے جو شور برپا ہے اور جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ

آخری شور

ہے اس شور کو بڑھنے دو بڑھنے دو اور بڑھنے دو۔ یہاں تک کہ وہ ایک

طوفان کی صورت

اختیار کرے تا ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ پھر بعد میں کہدیں۔ کہ ہم نے ابھی احمدیت کو مٹانے میں پورا زور صرف نہیں کیا۔ ہم تو خدا تعالیٰ کی جماعت ہیں۔ مجھے ایک انگریز ممبر کی وہ بات بہت پسند آتی ہے جو اس نے ایک موقع پر جبکہ

جنگی قرضوں کا مسئلہ

زیر بحث تھا۔ کہی تھی۔ اس وقت بعض انگریزوں کی تجویز تھی کہ قرضہ کو اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ اس وقت سے چالیس پچاس سال کے بعد اس کی ادائیگی کا موقع آئے۔ اس وقت اس انگریز ممبر نے کہا کہ یہ بڑی بے وقوفی ہوگی کہ ہم اپنے بوجھ اپنی نسلوں پر ڈال دیں۔ اگر اس بوجھ کو دور کرنا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے دور کر دیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں اس وقت اگر ہم اس غلطی کا ارتکاب کریں کہ گورنمنٹ سے کہیں وہ اس مخالفت کو روکے یا

پبلک سے اپیل

کریں کہ وہ اس شور کو بند کرائے تو اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہماری آئندہ نسلوں کے سامنے مخالفوں کی طرف سے کہا جائے گا کہ احمدیت کیوں نہ پھیلتی۔ اس میں خدا کی تائید کا دخل نہیں۔ احمدی ایک

منظم گورنمنٹ کے ماتحت

رہتے تھے۔ اور اگر کوئی ظلم کرتا تو گورنمنٹ اپنے زور سے اسے روک دیتی تھی۔ پس ان پر کوئی ظلم کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ پھیل گئے۔ اور یہ وہ سوال ہوگا جس کا جواب دینا ہماری نسلوں کے لئے نہایت ہی مشکل ہو جائے گا۔ پس مشکلات کا دلیری سے مقابلہ کرو۔ نہ تم گورنمنٹ سے درخواست کرو کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ اور نہ تم پبلک سے اپیل کرو۔ کہ وہ اس فتنہ کو روکے۔ تمہاری اپیل صرف ایک ہی ذات کے سامنے ہونی چاہئیے۔ اور وہ

تمہارا خدا

ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ

ہم زندہ خُدا کی جماعت ہیں

اور یقیناً سچ ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے اپنی طرف سے دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا۔ اور یہ یقیناً سچ ہے اگر یہ سچ ہے۔ کہ ہم نے اس مامور کو جو اس نے بھیجا صدق دل سے تسلیم کیا۔ اور یہ یقیناً سچ ہے۔ تو پھر یقیناً یہ بھی سچ ہے۔ کہ دنیا کی کوئی قوم دنیا کی کوئی طاقت اور دنیا کی کوئی حکومت ہمیں مٹا نہیں سکتی۔ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کی وجہ سے اور ان بشارات کی وجہ سے جو پہلی کتب میں آپ کے متعلق ہیں۔ وہ

کونے کا پتھر

ہیں۔ کہ جو ہم پر گرے گا۔ وہ چکنا چور ہو جائے گا۔ اور جب ہم گریں گے۔ اسے بھی پیس کر رکھ دیں گے پس یہ خیال کہ دنیا کی مخالفتیں دنیا کی شرارتیں اور دنیا کی عداوتیں ہمارا اس قسم کا نقصان کر سکینگی۔ بالکل غلط ہے۔ ہم

خُدا تعالےٰ کی گود

میں ہیں۔ اور جو خدا کی گود میں ہو۔ اسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا ہم پر ابتلا آتے ہیں۔ تو آنے دو۔ یہ ویسے ہی ابتلا ہیں۔ جیسے بچہ جب اپنی ماں کی گود میں ہوتا ہے۔ تو بعض دفعہ وہ اس کی صحت کی خاطر اسے دودھ پلانا بند کر دیتی ہے۔ وہ اپنے بچے کی دشمن نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی

صحت کی محافظ

ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر خدا تعالےٰ بھی بعض اوقات ہمیں مصائب میں ڈالتا ہے۔ تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ اور پیش آمدہ ابتلاؤں سے بچنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہم نہ اپنی اصلاح چاہتے ہیں۔ اور نہ ان کے نتیجہ میں جو اللہ تعالےٰ کے فضل نازل ہوا کرتے ہیں۔ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پس میں یہاں اس لئے آیا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو بتاؤں۔ کہ ان خیالات کو جانے دو۔ کہ حکومت سے امداد کی درخواست کی جائے۔ یا پبلک سے کسی قسم کی اپیل کی جائے۔ اس وقت

ہمارا کوئی دوست نہیں

نہ حکومت دوست ہے۔ نہ پبلک ہماری دوست ہے۔ عیسائی ہمارے کس طرح دوست ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم عیسائیت کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ہندو اور سکھ کس طرح دوست ہو سکتے ہیں جبکہ ہم ان کے عقائد کو بھی غلط ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح کوئی سیاست ہماری کس طرح دوست ہو سکتی ہے جبکہ ہم

سب سے بڑی سیاست

ہیں۔ اور جو تنظیم ہماری جماعت کے اندر ہے۔ وہ اور کسی جماعت میں نہیں پائی جاتی۔ پھر پبلک بھی ہماری دوست نہیں ہو سکتی کیونکہ کونسا وہ فرقہ ہے۔ جسے ہم

فتح کرنے کا ارادہ

نہیں رکھتے۔ یہی حال دوسرے مذاہب والوں کا ہے۔ پس کوئی جماعت نہیں۔ جو ہمارے ساتھ دوستی رکھتی ہو۔ اور نہ کوئی جماعت ہمارے ساتھ حقیقی محبت کرتی ہے۔ ہمارے تعاون کی وجہ سے اگر حکومت ہمارے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ حکومت سے ہمارا کلی طور پر تعاون ہو سکتا ہے اس لئے کہ اگر بعض دفعہ اتفاق ہو سکتا ہے۔ تو بعض دفعہ اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ پس گورنمنٹ کی مدد یا پبلک کی توجہ پر انحصار رکھنا شرک ہے۔ تمہارا

توکل محض اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہونا چاہیئے

اگر یہ نہ ہو۔ تو ہم کس مونہہ سے کہہ سکتے ہیں۔ ایاك نعبد وایاك نستعین۔ اس کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہوگا۔ کہ ہم خدا کی بجائے گورنمنٹ اور پبلک کی مدد کے خواہشمند ہوں گے۔ اور یہ شرک ہے۔ ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ ہم

سب کے خیر خواہ

ہیں۔ لیکن ہماری خیر خواہی کے باوجود اگر وہ مخالفت پر اترتے ہیں تو ہمیں اس کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم خیر خواہی کریں۔ اور اس خیر خواہی کا تقاضا ہے۔ کہ جہاں کوئی معیوب بات دیکھیں۔ اس کے خلاف آواز بلند کریں۔ اور یہی

معقول پسند انسان کا طریق

ہوا کرتا ہے۔ پس ہم خدا کو چھوڑ کر نہ کسی کے دوست ہوئے نہ ہیں۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ہم اصول کے پابند ہیں۔ اور سچائی کے حامی۔ مسلمان بعض دفعہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ کہ تم تو ہمارے

مفاد مشترکہ

میں ہمارے ساتھ ہو۔ پھر فلاں بات میں کیوں اختلاف کرتے ہو ہم کہدیتے ہیں۔ کہ ٹھیک ہے۔ مگر ہماری خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے کہ اس امر میں خلاف ہوں۔ یا مثلاً

کشمیر کی تحریک

ہی جب شروع ہوئی۔ تو گورنمنٹ نے کہدیا۔ کہ لوجی ہم تو احمدیوں کو بڑا اچھا سمجھتے تھے۔ مگر یہ تو ایسے نکلے۔ ہم نے ان باتوں کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ مومن کا کام ہے۔ کہ وہ سچائی کا حامی ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ایک نام حق بھی ہے۔ اور اسی بنا پر لوگ اپنے بچوں کا نام عبد الحق رکھ لیا کرتے ہیں پس گورنمنٹ ہو۔ یا پبلک۔ اپنے ہوں یا پرائے ہم سب سے معاملہ کرنے میں ہمیشہ سچائی کے پابند رہتے ہیں ۔

کشمیر کے معاملہ میں ہی ایک جگہ کشمیر کے علاقہ میں ہندوؤں پر مسلمانوں نے زیادتی کی۔ ہم نے اس موقع پر ہندوؤں کی تائید کی جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہاں سارے مسلمان ہمارے مخالف ہو گئے۔ اور ایک گاؤں کے احمدی تین ماہ تک جنگلوں میں بھاگے پھرتے۔ جب وہ شکایت لے کر آئے۔ تو میں نے کہا۔ کہ ہم کشمیریوں کا اس لئے ساتھ دیتے ہیں۔ کہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ مظلوم ہیں۔ اور ان کی اعانت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ پس ان کی مظلومیت کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ ہیں لیکن اگر وہ

جھوٹی گواہی

دلوانا چاہتے ہیں۔ تو تم ہرگز نہ دو۔ اور جو سچی بات ہے۔ وہ بیان کردو۔ کیونکہ ہمارا کام سچائی کو پھیلانا ہے۔ پس ہمارا کام ہے کہ سچائی کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اگر سچائی کے لئے ہمیں قربانیاں بھی کرنی پڑیں۔ تو ان سے دریغ نہ کریں۔ کیا چیز ہے۔ جو دشمن ہم سے لے سکتا ہے۔ وہ ہم سے مال لے لیگا۔ لیکن اگر ہم نے سچے دل سے یہ عہد کیا ہوا ہے۔ کہ ہم

دین کو دنیا پر مقدم

رکھیں گے۔ تو یہ مال کیا چیز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک دین ہے جبتک وہ ہمارے پاس رکھتا ہے۔ ہم اس کا شکریہ ادا کریں گے اور جب خدا کہیگا۔ کہ اب مال چھوڑ دو۔ تو ہم چھوڑ دیں گے۔ پھر اور کیا چیز دشمن ہم سے لے سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ہمیں قتل کر سکتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہوگی۔ کہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں ہم شہید ہو جائیں۔ اور

ابدی زندگی

پائیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو خدا تعالےٰ کی تائید میں مارا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ زندہ ہے مردہ نہیں۔ کیونکہ بظاہر یہ خیال آتا ہے۔ کہ ایک انسان جو بیس سال کی عمر میں مارا گیا۔ اگر وہ چالیس سال اور زندہ رہتا۔ اور اسے نیکیوں کا موقعہ ملتا۔ تو وہ

بہت بڑا روحانی درجہ

حاصل کر لیتا۔ اور جو مقام اسے بیس سال کی عمر میں حاصل تھا اس سے بہت بلند مقام کا وارث ہو کر دنیا سے اٹھتا۔ اس وسوسہ کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ جو شخص شہید ہو گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مارا گیا۔ اس کی نیکیاں جاری رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ اس کا درجہ بلند ہوتا رہتا ہے۔ پس وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اسے مردہ کہنا ہی غلط ہے غرض اگر ہماری جان بھی دشمن لے لیتا ہے۔ تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔ بلکہ یہ تو خوشی کی بات ہے۔ کہ ہمارا مولیٰ جو دور تھا۔ موت کے بعد ہمارے قریب ہو گیا یا اگر ہمارے عزیز اور رشتہ دار دین کے راستہ میں مارے جاتے ہیں تو یہ سب چیزیں بھی خدا ہی کی ہیں۔ ہمارا ان پر کیا حق ہے۔ دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بچے بھی دیئے اور پھر اس نے اٹھا بھی لئے

ایک دفعہ آپؐ قبرستان کے قریب سے گزر رہے تھے۔ کہ ایک بڑھیا اپنے بچے کی قبر پر رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اے عورت صبر کر۔ وہ کہنے لگی اگر تیرا بچہ مرتا تو تجھے پتہ لگتا۔ کہ کتنا درد ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا اے بی بی میرے گیارہ بچے مر چکے ہیں اتنا کہہ کر آپؐ وہاں سے چلے آئے۔ بعد میں کسی نے اسے بتایا۔ بدبخت یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ وہ یہ سنتے ہی دوڑی ہوئی آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے صبر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ صبر تو وہ ہے جو شروع میں کیا جائے ورنہ رو دھو کر تو سب کو صبر آجاتا ہے۔ غرض

مصائب کا وقت

ہی ہوتا ہے جب صبر کا موقع ہوتا ہے۔ اور اسی موقعہ پر صبر کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ بہت بڑے فضل نازل فرمایا کرتا ہے۔ پس ان باتوں کی پرواہ نہ کرو۔ اور دشمن جو کچھ کہتا یا کرتا ہے۔ اسے کہنے اور کرنے دو۔ صبر اور علم سے ان تمام باتوں کو برداشت کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارا اس ذریعہ سے امتحان لینا چاہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

یہی

مومن کی نشانی

ہوتی ہے۔ اس خیال کو جانے دو کہ گورنمنٹ سے امداد کی اپیل کی جائے بعض نے مجھے کہا بھی ہے کہ

زمیندار کے متعلق

گورنمنٹ کو توجہ دلائی جائے۔ مگر میں نے کہا یہ فضول بات ہے۔ گورنمنٹ ہماری مخالفت سے کس کس کو روکیگی آج اس نے فرض کرو پنجاب میں اس مخالفت کو روک بھی لیا۔ تو کل صوبہ سرحد میں ہماری مخالفت شروع ہو جائے پرسوں یو پی میں شروع ہو جائے پھر کون ہماری حفاظت کریگا اور اگر فرض کر لیا جائے کہ

گورنمنٹ آف انڈیا

ہندوستان سے ہماری مخالفت کو دور بھی کر دے تو کل اگر چین میں ہماری مخالفت شروع ہو جائے۔ افغانستان ہمارا دشمن ہو جائے۔ مصر اور شام میں عداوت کی آگ مشتعل ہو جائے۔ پھر کس گورنمنٹ سے کہینگے۔ پس یہ طریق فضول ہے۔ اگر

افغانستان کے احمدی

گالیاں کھا سکتے بلکہ اپنی جانیں احمدیت کے راستہ میں قربان کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم گالیوں سے گھبرا جائیں اور اگر ہم گھبراتے ہیں تو اس کا صاف طور پر یہ مطلب ہے کہ ہم بزدل ہیں۔

انگریزی حکومت

اگر خود اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے کوئی قدم اٹھاتی ہے۔ تو یہ اس کا اپنا کام ہے۔ اگر وہ سمجھتی ہے کہ احمدی ظالم ہیں تو وہ خود دخل دے اور اگر سمجھتی ہے کہ غیر احمدی ظلم کر رہے ہیں تو وہ آپ دخل دے۔ اس طرح اگر وہ دخل دے گی۔ تو ہم سمجھیں گے کہ یہ خدائی فعل ہے اور اگر وہ دخل نہیں دیتی۔ تب بھی ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ

خدائی فعل

ہے۔ پس گالیوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور اگر گالیاں سن کر تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔ تو قرآن مجید نے اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں گالیاں دی جا رہی ہوں۔ وہاں سے اٹھ کر چلے آنا چاہیئے۔ اس اصل کے مطابق جس اخبار میں تمہیں گالیاں دی جاتی ہیں۔ اگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ تو اسے نہ پڑھو۔ مگر یہ کیا کہ آپ ہی ایسا اخبار خریدو۔ اور جب اسے پڑھو تو غصے میں آجاؤ۔ اس کے نزدیک تو دین کی خدمت ہی یہی ہے کہ وہ تمہیں گالیاں دیتا رہے۔ اور جب وہ اسے خدمت دین سمجھتا ہے تو اس کا حق ہے کہ گالیاں دے۔ غرض اس کا کام ہے کہ وہ پتھر مارے اور تمہارا کام ہے کہ تم پتھر کھاؤ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک

نبی کا منکر

ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی کے ماننے والے ہیں۔ پس جو نبی کے منکروں کا کام ہے وہ منکر کرے اور جو نبی کے ماننے والوں کا نمونہ ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم دکھائیں نبی کے منکروں کا کیا کام ہوتا ہے۔ یہی کہ وہ گالیاں دیتے ہیں مارتے اور پیٹتے ہیں۔ پس اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق کرتے ہیں اور اگر تم انہیں گالیوں سے باز رکھنا چاہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم چاہتے ہو نبی کے منکر وہ کام کریں جو نبی کے ماننے والے کیا کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس اگر وہ نبی کے منکر ہیں اور یقیناً منکر ہیں تو ان کا کام ہے کہ وہ

نبی کے منکروں کا طریق عمل

اختیار کریں۔ اگر تم کسی ایک نبی کے منکر کی مثال ہی میرے سامنے پیش کر دو کہ وہ بڑا شریف بڑا نیک اور بڑا پارسا تھا۔ تو میں مان لوں گا کہ ان منکروں کو بھی شریف بن کر رہنا چاہیئے۔ اور تب آپ لوگوں کا حق ہے کہ ان سے شرافت اور انسانیت کے نام پر اپیل کریں۔ لیکن اگر سارے نبیوں کے مخالفوں کا ہمیں یہی دستور دکھائی دیتا ہو۔ کہ وہ گالیاں دیتے آئے۔ انبیاء کے ماننے والوں کو ستاتے اور دکھ دیتے آئے۔ انہیں مارتے اور پیٹتے رہے۔ ان پر پتھر برساتے رہے اور بالمقابل ہمیں یہ نظر آتا ہو۔ کہ نبی کے ماننے والوں نے ہمیشہ گالیاں کھائیں۔ تکالیف برداشت کیں۔ دکھ سہے۔ رنج و غم برداشت کئے تو پھر اب بھی ہمارا کام ہے۔ کہ ہم گالیاں کھائیں اور ان کا کام ہے کہ وہ گالیاں دیں۔

غالب اخلاق کے لحاظ سے تو کہا جاتا ہے اچھا ہیں تھا۔ لیکن اس کے بعض شعر

سچائی سے پر

ہیں کہتا ہے ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر ہو کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

جب انہوں نے اپنی ایک خو بنائی ہے۔ اور جب وہ اپنی خو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ تو ہم اپنی وضع کیوں بدلیں اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اور یقیناً تھے۔ تو پھر آپ کے منکروں کو یقینی طور پر وہی نمونہ دکھانا چاہیئے۔ جو ہمیشہ سے انبیاء کے منکر دکھاتے چلے آئے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ

ابراہیمؑ کے منکروں کی طرح

ہمارے لئے آگ جلائیں اور اس میں ڈال دیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ

موسیٰؑ کے منکروں کی طرح

ہمارے پلوٹھوں کو ہلاک کر دیں ان کا فرض ہے کہ وہ

عیسیٰؑ کے منکروں کی طرح

ہمیں صلیب پر لٹکائیں پھر ان کا فرض ہے کہ وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کی طرح

ہمیں اپنے وطن سے بے وطن کر دیں ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کریں۔ اور ہر رنگ میں تکلیف اور اذیت پہنچا کر خیال کریں کہ وہ نیکی کا کام کر رہے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں۔ تو ہر ایک مخالف کا حق ہوگا۔ کہ ہم سے پوچھے اگر مرزا صاحب نبی تھے تو کیا ان کے منکروں نے وہ کام بھی کئے جو دوسرے انبیاء کے منکر کرتے چلے آئے ہیں۔ کیا تم اس وقت یہ جواب دو گے۔ کہ ہم نے انہیں نصیحت کر کے روک رکھا تھا۔ اور اگر یہی جواب دو گے۔ تو کون اسے تسلیم کریگا پس جو ان کا کام ہے وہ انہیں کرنے دو۔ اور جتنا شور وہ مچانا چاہتے ہیں۔ انہیں مچانے دو۔ اور یاد رکھو۔ کہ

وہ جتنی زیادہ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت کی اتنی ہی زیادہ صداقت ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءُون لوگوں کی حالت پر افسوس کہ جب بھی ان کے پاس ہمارا کوئی رسول آیا۔ انہوں نے اس سے ہنسی اور مذاق کیا۔ پس وہ جس قدر ہم پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ جتنی زیادہ ہماری مخالفت کرتے ہیں اسی قدر وہ ہماری تائید اور صداقت میں ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ اور عقلمند کے لئے یہی مخالفت بعض دفعہ ماننے کا موجب ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا ہی واقعہ ہے۔ جب آپ نے مختلف

بادشاہوں کو تبلیغی چٹھیاں

لکھیں تو اس وقت ہرقل نے کہا کہ عرب کا کوئی آدمی بلواؤ جس سے میں اس نبی کے حالات دریافت کروں۔ ابوسفیان حاضر ہوا تو اس نے پوچھا اس کی قوم اسے مانتی ہے یا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ نہ صرف مانتی نہیں بلکہ مخالفت کرتی ہے۔ ہرقل نے کہا یہی انبیاء کے مخالفین کیا کرتے ہیں۔ اس وقت ہرقل نے یہ نہیں کہا کہ چلو جب خود اس کی قوم اسے نہیں مانتی تو میں کیوں مانوں۔ بلکہ اس نے کہا کہ اگر قوم نہیں مانتی تو یہ اس کی صداقت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر نبی کی قوم اس کی مخالف ہوا کرتی ہے

پھر علاوہ اس کے ان گالیوں کا ایک اور فائدہ بھی ہے جس سال میں خلیفہ ہوا اسی سال میں نے اپنی جماعت کے علماء کو جمع کیا تھا اور میں نے انہیں کہا کہ ہم سب سے

ایک سخت کوتاہی

ہوئی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس کوتاہی کی ہمیں کیا سزا ملے انہوں نے پوچھا وہ کیا۔ میں نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مخالفوں کی طرف سے

نہایت ہی گندہ لٹریچر

شائع کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی شائع ہوتا رہتا ہے۔ مگر ہمارے پاس وہ لٹریچر محفوظ نہیں۔ اگر کل اعتراض کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں میں بعض سخت الفاظ لکھے ہیں اور ہمارے پاس مخالفوں کی گالیاں نہ ہوئیں تو ہم کس منہ سے جواب دے سکینگے کہ یہ گالیاں نہیں بلکہ

مشفقانہ زجر

ہے اور میں نے صیغہ تالیف وتصنیف کی بنیاد ہی اس امر پر رکھی تھی اور میں نے اس کا فرض مقرر کیا تھا۔ کہ وہ کوشش سے ایسا لٹریچر جمع کرے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برا بھلا کہا گیا ہو کچھ لٹریچر اس وقت جمع بھی کیا گیا۔ مگر ابھی

سو میں سے ایک حصہ

بھی ہم اکٹھا نہیں کر سکے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ آج مخالف کس دیدہ دلیری سے کہہ رہے ہیں۔ کہ مرزا صاحب گالیاں دیا کرتے تھے۔ ان کے سامنے وہ گالیاں نہیں جو مخالفوں نے دیں۔ وہ سخت الفاظ نہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کیا گیا۔ وہ گندی تحریرات موجود نہیں جنہیں ایک شریف انسان سننے کی بھی تاب نہیں رکھ سکتا۔ پس اس نقص کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشفقانہ زجر اور اظہار حقیقت کو گالی قرار دیا جاتا ہے مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

سینکڑوں خطوط

ایسے آیا کرتے تھے جن میں گالی گلوچ کے سوا اور کچھ نہ ہوتا بعض خطوط میں نے بھی پڑھے ہیں بعض میں مثال کے طور پر بیان کر دیتا ہوں بعض میں لکھا ہوتا تھا کہ میں فلاں تاریخ آنے والا ہوں۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو تیار رکھنا۔ میں انہیں ساتھ لے آؤنگا۔ اس قسم کی تحریریں اگر ہمارے پاس موجود ہوتیں۔ تو ہم مخالفوں کے سامنے رکھتے اور بتاتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ اظہار حقیقت تھا۔ ایک مخالف بے شک کہہ سکتا ہے کہ یہ اظہار حقیقت نہیں۔ مگر کم از کم وہ اس امر کو تسلیم کرینگے کہ اس قسم کے الفاظ اظہار واقعہ کے طور پر کہے جا سکتے ہیں۔ انسان بے دین بھی ہو سکتے ہیں۔ کج فہم بھی ہو سکتے ہیں۔ بے حیا بھی ہو سکتے ہیں مگر یہ کہنا کہ اپنی بیوی کو تیار رکھنا میں اسے فلاں تاریخ لینے کے لئے آؤنگا۔ اسے کسی پہلو کے لحاظ سے بھی اظہار حقیقت نہیں کہا جا سکتا۔ پس آج گالیاں سن کر بجائے اس کے کہ تم گورنمنٹ سے یہ کہو کہ وہ انہیں روکے تم یہ سمجھو کہ خدا نے پھر تمہارے لئے

گالیوں کے جمع کرنے کا ایک موقع

پیدا کر دیا۔ ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے وہ مکہ میں مقید تھے۔ گرمی کے دن تھے انہیں سخت پیاس لگی انہوں نے دعا کی کہ الٰہی ہماری دعوت کر تکلیف بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی بارش ہوئی جس کے ساتھ خوب اولے برسے انہوں نے اولوں کو اکٹھا کیا۔ اور پھر انہیں دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ بعضوں نے پوچھا کہ آپ خود کیوں نہیں کھاتے۔ انہوں نے کہا بس یہی خواہش ہے کہ اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی تمام برف دوستوں میں تقسیم کر دوں۔ تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کئے ہیں بجائے اس کے کہ ان گالیوں کو بند کرانے کی کوشش کرو تم اس لٹریچر کو جمع کر لو۔ یہ لٹریچر بذات خود پھر اس بات کا ثبوت ہوگا۔ کہ صداقت کس طرف ہے ایک ایک لفظ ایک ایک گالی جسے اب تم گورنمنٹ کے پاس لے جانا چاہتے ہو تم اسے

خدا تعالیٰ کی نعمت

سمجھ کر اپنے فائلوں میں محفوظ کر لو۔ یہی وقت ہے جس کے ضائع ہو جانے کا ہمیں افسوس تھا۔ خدا تعالیٰ نے یہ موقع پیدا کر دیا ہے اب اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آج دشمن خوش ہے اور وہ گالیاں دے کر خیال کرتا ہے کہ ہم احمدیت کو مٹا دینگے۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اگر

مولوی ظفر علی کی اولاد

باقی رہی تو آج سے چوتھی پشت کے سامنے زمیندار کے یہ گالیوں سے بھرے ہوئے فائل رکھنے پر وہ اپنے دادا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے تو جو جی میں آئے کہنا یہ گالیاں گالیاں نہیں بلکہ دعائیں ہیں جو تمہیں مل رہی ہیں۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا کرتے تھے۔ میرے ایک بزرگ تھے انہوں نے ایک کام شروع کیا چند دنوں کے بعد فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ کو یہ کام پسند نہیں آیا۔ آپ نے پوچھا کیوں۔ انہوں نے فرمایا۔ اس لئے کہ کسی نے اس کام کو برا نہیں کہا۔ پھر کہنے لگے۔ میرا تجربہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اسے عام لوگ ضرور ناپسند کرتے ہیں۔ چونکہ اب کسی نے کچھ کہا نہیں۔ اس لئے مجھے فکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ کام ناپسند نہ ہو چار پانچ دن کے بعد پھر جو ملے تو بڑے خوش تھے۔ اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے وہ کام قبول کر لیا۔ کیونکہ مجھے ایک لمبا خط اس کے متعلق گالیوں کا ملا ہے۔ پس تم بھی اپنے نفس کو ٹٹولو۔ اور اس سے پوچھو اے نفس کیا تیرے کسی گوشہ میں

قرآن کریم کی بے حرمتی

ہے کیا تیرے کسی گوشہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی ہے اے نفس کیا تیرے اندر بنی نوع انسان کی دشمنی ہے۔ اگر تمہارا نفس ان تمام سوالوں کے جواب میں کہے کہ نہیں نہیں۔ میں سب کچھ دین کے لئے قربان کرنے کو تیار ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کیسی آپ کے ادنیٰ اشارے پر جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور قرآن سے دشمنی کیا۔

ایک ایک لفظ پر عمل

کرنا جزو ایمان قرار دیتا ہوں۔ اور بنی نوع انسان سے عداوت کیسی میں تو چوہڑوں اور چماروں کے لئے بھی قربان ہونے کو تیار ہوں۔ تو پھر یہ سمجھ لو کہ یہ گالیاں آپ کو نہیں مل رہیں بلکہ اسلام کے منکروں کو مل رہی ہیں۔ اور اگر تمہیں مخاطب کر کے دی جاتی ہیں تو وہ

جھوٹ کا پلندہ

ہیں جو قیامت کے دن تمہارے لئے شفاعت کا موجب ہو جائیگا اگر ہم عام طور پر اشاعت اسلام میں لگے رہتے ہیں اگر ہم عام طور پر قرآن کریم کے احکام پر عمل کرتے رہیں۔ تو بھی جو کمزوریاں ہمارے اندر رہیں گی ان کی شفاعت کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے

"زمیندار" کے پرچے

آجائینگے اور خدا کہیگا کہ جاؤ ان گالیوں کے بدلے میں نے اپنے بندوں کو معاف کر دیا۔ پس تم اپنے دل کی کیفیت کو بدل ڈالو۔ اور جیسا کہ میں نے [illegible]

اپنے اندر عشق پیدا کرو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دیکھ لو۔ جب آپ طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے گئے۔ تو دشمنوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ آپ اس تکلیف کی وجہ سے لہولہان ہو گئے اور جب آپ آ رہے تھے۔ تو آپ کو الہام ہوا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تو چاہے۔ تو ابھی ان پر عذاب نازل کر کے ان کا تختہ الٹ دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ناواقفی کی وجہ سے کیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلعم سے زیادہ تبلیغ کرنیوالے ہیں۔ اگر رسول کریم صلعم کی قوم تبلیغ کے باوجود جاہل کہلا سکتی تھی تو ہماری قوم تبلیغ کرنے کے باوجود کیوں جاہل نہیں کہلا سکتی۔ جتنا جتنا کوئی شخص گند ظاہر کرتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ اپنے آپ کو

قابل رحم

ثابت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص زیادہ بیمار ہو جائے تو کیا تم اس کا سر پھوڑ دیا کرتے ہو۔ یا زیادہ لائق ڈاکٹر سے اس کا علاج کراتے ہو پس اس وقت وہ جتنی زیادہ مخالفت کرتے ہیں تمہارا فرض ہے کہ تم اتنے ہی جوش سے ان کے لئے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری سے کام لو اور اپنے حلقہ تبلیغ کو اور زیادہ وسیع کر دو۔ جس وقت تمہیں یہ چیز حاصل ہو جائیگی۔ تمہاری کامیابی بھی یقینی ہو گی۔ خطرات اور گالیاں ہمیشہ آرام کی حالت میں تکلیف دیتی ہیں اور اگر انسان

دیوانہ وار تبلیغ

کرتا ہے تو یہ گالیاں اسے بری معلوم نہیں ہوتیں۔ ریڈروں میں ہی ہم قصہ پڑھا کرتے تھے۔ کہ کسی عورت کا بچہ عقاب لے گیا اور پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھا وہ چوٹی اتنی بلند تھی اور ایسی طرز پر واقعہ تھی۔ کہ کوئی انسان اس پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ مگر جب ماں نے دیکھا۔ کہ اس کا بچہ عقاب کے قبضہ میں ہے تو وہ دیوانگی کی حالت میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی اور اپنے بچے کو گود میں لے لیا۔ جب بچہ اس نے اٹھا لیا۔ اس کی عقل قائم ہوئی۔ اور جوش جاتا رہا۔ تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھے کسی طرح اتارا جائے۔ آخر لوگوں نے بڑی مشکلوں سے اسے نیچے اتارا۔ پس یاد رکھو جب عشق پیدا ہو جاتا ہے تو تکالیف نظر نہیں آتیں۔ میں تو جب بھی یہ گالیاں پڑھتا ہوں۔ میرے دل میں گالیاں دینے والوں کے خلاف کچھ بھی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ تب میں اپنے نفس سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تیرے اندر غیرت کی کمی ہے اور میرا نفس مجھے یہ جواب دیتا ہے کہ میرے اندر غیرت کی کمی نہیں بلکہ محبت کی زیادتی مجھے مجبور کرتی ہے۔ کہ میں ان پر رحم کروں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اس مخالفت کے ذریعہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ دنیا میں گند موجود ہے۔ اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو لوگ تسلی اور اطمینان کی حالت میں بیٹھ جاتے اور خیال کرتے۔ کہ اب دنیا سے گند مٹ گیا لیکن خدا تعالیٰ نے اس ذریعہ بتا دیا ہے کہ

مرض موجود ہے

اس کے علاج کی فکر کرو۔ پس یہ مخالفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اور شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے موت سے پہلے تمہیں بیدار کر دیا۔ اگر تم اسی حالت میں مر جاتے۔ تو خدا کو کیا جواب دے سکتے خدا تعالیٰ نے اب تمہیں بتا دیا ہے کہ شیطان مرا نہیں۔ پس اسے مارنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہمارے دشمن لوگ نہیں بلکہ شیطان ہے یہ تو جتنی زیادہ گالیاں دیتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہمیں ان پر رحم آتا ہے یہ طریق ہے جو ایک سچے مومن کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اسی کو اختیار کر کے کامیابی اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ دنیا تمہاری مخالف ہو گئی ہے۔ یہی گالیاں ہیں جو کھاد کا کام دیں گی۔ اور انہی گالیوں کی وجہ سے انہی کے بھائی بندوں میں سے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونگے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں

ایک بڑے ادیب

جو محاورات اردو کی کتاب بھی چالیس جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور جس کا کچھ حصہ نواب صاحب رامپور نے شائع بھی کرایا تھا۔ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو سلسلہ کی تبلیغ کس نے کی۔ انہوں نے کہا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے۔ بچپن کی وجہ سے مجھے اس جواب پر بڑی حیرت ہوئی۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ کس طرح۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے جب مولوی محمد حسین صاحب کی تحریریں پڑھیں۔ تو مجھے ان میں اس قدر غصہ اور دیوانگی نظر آئی۔ کہ جب تک

حقیقی خطرہ

سامنے نہ ہو اس وقت تک وہ غصہ اور دیوانگی پیدا نہیں ہو سکتی پس میں نے اس وقت سمجھا کہ ضرور حضرت مرزا صاحب میں صداقت ہے۔ تب میں نے درثمین وغیرہ پڑھی۔ اور مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ دشمن جو کچھ کہتے ہیں۔ غلط ہے۔ میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا۔ تو اللہ تعا نے اس ذریعہ سے بھی شریف الطبع لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ایک قوم جو

اسلام کی خدمت

کر رہی ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اسے اس قدر گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور جب وہ سوچتے ہیں تو انہیں ہدایت مل جاتی ہے ابھی دیکھ لو۔ خواجہ حسن نظامی صاحب اور اخبار "حقیقت لکھنؤ" وغیرہ نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم ان گالیوں سے بیزار ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریف لوگوں کے دلوں پر یہ اثر ہو رہا ہے کہ احمدیوں پر بلاوجہ ظلم کیا جا رہا ہے۔ پس یہ نیک اثر ہے۔ اور اس اثر کو بڑھنے دو۔ باقی ایک ہی ڈر ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ دشمن ہمیں کہیں مار نہ ڈالیں۔ مگر ایک ساعت کے لئے بلکہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کے لئے بھی جس شخص کے دل میں یہ خیال آتا ہے اس کے اندر

ایمان کی ایک رائی کا کروڑواں حصہ

بھی داخل نہیں ہوا۔ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ یہ دشمن کیا۔ اگر انگریز اور جرمن اور چین اور جاپان اور روس اور اٹلی وغیرہ تمام حکومتیں بھی مل جائیں تب بھی وہ ہمیں تباہ نہیں کر سکتیں اور اگر تباہ کر دیں تو یقیناً ہمارا سلسلہ جھوٹا ہے۔ بنی نوع انسان تمام کے تمام مل جائیں۔ امراء و غرباء علماء و اُدباء بڑے اور چھوٹے عالم اور جاہل مرد اور عورتیں اجتماعی حیثیت میں بھی ہمارے سلسلہ کو مٹا دیں۔ تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہو گا اور یہ بات یقینی ہو گی کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ (نعوذ باللہ) جھوٹا اور ہم بھی اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ مشرق اور مغرب کے لوگ شمال اور جنوب کے باشندے بھی اگر مل جائیں تو وہ ایک تنکا کے برابر بھی ہمیں اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ کا سلسلہ ہے اور وہ خود اس کا محافظ اور نگران ہے۔ تمہارا کام ہے کہ تم

محبت اور پیار سے

لوگوں کو سمجھاؤ۔ اور اگر کوئی مخالفت میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو تم اس کے لئے دعاؤں میں بڑھتے چلے جاؤ۔ کیونکہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے۔ جو اس کے اندر رہو۔ اگر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ تو دیں۔ کیونکہ ان کے پاس گالیوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ مگر تمہارا فرض ہے کہ تم نرمی اور محبت کا ثبوت پیش کرو کیونکہ تمہارے پاس یہی چیز ہے۔ جس سے کامیابی ہو گی۔ وہ اگر گالیاں بھی دیں۔ تو جیسے شہد کے چھتے پر اگر کوئی شخص پتھر مارے تو اس سے شہد ہی ٹپکیگا اسی طرح تمہارا فرض ہے کہ تم

گالیوں کے جواب میں دعائیں دو

یہ مت خیال کرو کہ نرمی سے کیا بنتا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ نرمی کا اثر ہوتا ہے اور آخر سخت دل بھی جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ پس تم ثابت کر دو کہ تمہارے اندر نیکی اور تقویٰ ہے۔ اگر کوئی پتھر مارتے ہیں۔ تو تم دعائیں دو۔ گالیاں دیتے ہیں۔ تو انہیں برداشت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرو کہ ان لوگوں کو ہدایت دے اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو گے تو اس کی نصرت اور تائید ایسے رنگ میں ظاہر ہو گی کہ انسانی تدابیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکیگی۔ باقی حکومت ہر جگہ ساتھ نہیں دے سکتی وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ چین جاپان۔ افغانستان مصر اور شام وغیرہ میں اس حکومت کی تائید ہمارا کچھ نہیں بنا سکتی۔ پس ساری دنیا میں پھیلنے کا عزم رکھنے والی قوم کو کسی ایک جگہ کے آدمیوں کی دوستی پر انحصار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اُس کی دوستی پیدا کرنی چاہیئے جو ہر جگہ موجود ہے اور وہ خدا تعالیٰ ہے۔

[illegible] قادیان [illegible]